مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

صلوٰۃ اور نفع بخشی

مارچ ۱۹۷۱ء کے "المعارف" میں "صلوٰۃ سے زندگی کا ربط" کے عنوان سے میرا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں کئی ایسے پیداواری کاموں کی فہرست دی گئی تھی جن کے بغیر یا تو نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں یا ہوتی ہے تو ادھوری، ناقص اور نامکمل ہوتی ہے۔ اس کے بعد ستمبر کے شمارہ میں ایک اور مضمون "صلوٰۃ اور عبادت" کے عنوان سے شائع ہوا جس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ :

(الف) جن چیزوں کے بغیر نماز نہیں ہوتی یا ادھوری ہوتی ہے ان کی تکمیل بھی نماز ہی کا حصہ ہے۔ مثلاً وضو و طہارت کے لیے پانی حاصل کرنے کے طریقے، ستر پوشی کے لیے حصول لباس کے وسائل۔ تعمیرِ مسجد کے لیے فنی و صنعتی ذرائع۔ یکسوئی کے لیے ایسا انتظام جو نمازیوں کے دل و دماغ کو سکون بخشے۔

(ب) جب نماز کا انتظار بھی ایک طرح کی نماز ہی ہے جیسا کہ ایک ارشادِ نبویؐ ہے: (من جلس ینتظر الصلوٰۃ فھو فی صلاۃ۔ طبرانی) تو مذکورہ بالا کام کیوں نماز نہ ہوں گے جو محض انتظارِ نماز سے کہیں زیادہ اہم اور ضروری ہیں!

(ج) یہ سارے پیداواری کام اگرچہ "عین صلوٰۃ" نہیں لیکن ان کو مجازاً اسی طرح صلوٰۃ کہا جا سکتا ہے جیسے قرآن نے موضع الصلوٰۃ کو صلوٰۃ اور صرف دعا کو صلاۃ کہا ہے۔

(د) مومن کا ہر کام عبادت ہے اگر اس کا رخ صحیح ہو یعنی وہ ہدایاتِ ربانی کے مطابق ہو۔ اس لیے سارے مذکورہ بالا پیداواری کام بھی عین عبادت ہوں گے۔ خصوصاً وہ تمام پیداواری کام جن کے بغیر صلاۃ ہوتی ہی نہیں یا مکمل نہیں ہوتی۔

(ھ) ایسے تمام پیداواری کاموں کو عبادت یا صلاۃ کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ نماز روزے کی

اہمیت کو کم کیا جائے بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان پیداواری کاموں کی اہمیت کو اُجاگر کیا جائے جن کو لوگ صلاۃ سے بے تعلق خیال کر کے دنیا داری سمجھتے ہیں۔

(د) نماز روزے کا ایک بڑا مقصد نفع بخشی — نہ کہ نفع اندوزی — کے جذبے کو بروئے کار لانا ہے۔

ہم نے مضمون کو یہیں تک پہنچا کر ختم کر دیا تھا اور آخر میں یہ حدیث نبوی لکھ دی تھی:

خیر الناس انفعھم للناس - بہترین آدمی وہ ہے جو دوسرے انسانوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔[1]

ہم جن پیداواری کاموں کو محض دنیا داری سمجھے ہوئے ہیں وہ نظام صلاۃ سے بے تعلق نہیں۔ وہ اس سے ایسے پیوستہ ہیں کہ ان کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں یا ناقص ہونے کے باعث ایک بے جان رسم رہ جاتی ہے۔ یہ پیداواری کام محض دنیاداری بھی ہو سکتے ہیں جبکہ ان کا مقصد نفع بخشی کی بجائے نفع اندوزی ہو۔ لیکن اگر صلاۃ نفع بخشی کے ان تمام پیداواری کاموں سے بے تعلق ہو جائے تو وہ ایک ایسی صلاۃ ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔ ابوداؤد میں حضرت انس سے حضورؐ کی یہ دعا مروی ہے کہ:

اللّٰھم انی اعوذ بک من صلاۃ لا تنفع - (اے اللہ میں بے نفع نماز سے تیری پناہ مانگتا ہوں)

نفع روحانی بھی ہوتا ہے اور مادّی بھی، لیکن مجرّد روحانیت کا اسلام میں کوئی سراغ نہیں ملتا - روحانیت ہمیشہ مادیّت ہی کے توسط سے اور مادیت ہی کی راہ سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ مادیت ہی کے صحیح استعمال کا نام روحانیت ہے۔ اور مادّیت کے صحیح استعمال کا انحصار نفع بخشی پر ہے۔ ہم نے جتنے مادّی کاموں کا ذکر کیا ہے ان کا مقصد اگر نفع بخشی ہے تو وہ سارے کام عین روحانیت ہیں۔ اور اگر مقصود نفع اندوزی ہو تو وہ خالص مادہ پرستی ہے۔ ان تمام پیداواری کاموں کے عین عبادت، عین دینداری اور عین روحانیت ہونے کے لیے اتنا ہی

---

[1] یہ حدیث سُنّی اور شیعہ دونوں میں متفق علیہ ہے۔

کافی ہے کہ ان کی افادی حیثیت اور نفع بخشی بالکل عام یعنی بلا تفریق مذہب و ملت، تمام انسانوں کے لیے ہو۔ اور جب ان کاموں کا تعلق براہِ راست صلاۃ سے ہو تو ان کے عین روحانیت ہونے میں شک و شبہے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اگر روحانیت کو صلاۃ سے الگ کر لیا جائے تو صلاۃ صرف ایک خیالی قسم کی روحانیت اور ایک بے جان رسم رہ جاتی ہے اور وہ ایسی بے نفع نماز ہو جاتی ہے جس سے آنحضورؐ نے پناہ مانگی ہے۔ حضورؐ اس صلاۃ کے خواہاں ہیں جو نفع بخش ہو نہ کہ بے نفع ہو۔ جب حضورؐ نے بے نفع نماز سے پناہ مانگی ہے تو نفع اندوزی کی خود غرضانہ نماز سے تو اور بھی زیادہ پناہ مانگنی چاہیے۔

نفع بخشی کے سلسلے میں ایک نکتہ اور بھی یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ نفع رسانی کو ہمیشہ انسانی زاویہ سے دیکھنا چاہیے نہ کہ محدود نقطۂ نگاہ سے۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

خیر الناس انفعھم للناس۔ (جو انسانوں کو جتنا زیادہ نفع پہنچائے وہ اتنا ہی بہتر آدمی ہے)۔ یہاں نفع رسانی کو صرف مسلمانوں یا فقط نمازیوں کے ساتھ مخصوص نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسے تمام انسانوں کے لیے عام رکھا گیا ہے۔ نفع کی بے شمار قسمیں ہیں۔ انفرادی، اجتماعی، روحانی، جسمانی، سیاسی، تجارتی، معاشرتی، معاشی، اخلاقی، مادی غرض ہر قسم کی نفع رسانی اس میں داخل ہے۔ ایک پیاسے کتے کو پانی پلا دینا جب باعثِ مغفرت ہو سکتا ہے تو ایک انسان کو سیراب کرنا کیوں باعثِ اجر نہ ہو گا؟

یہاں ایک حدیث کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے جو بخاری، مسلم اور نسائی میں حضرت انس رضؓ سے یوں مروی ہے:

> ہم لوگ ایک سفر (جہاد) میں حضورؐ کے ساتھ تھے کچھ لوگ تو ہم میں سے روزے سے تھے اور کچھ بے روزہ تھے۔ ہم لوگوں نے بڑے گرم دن میں ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ زیادہ سائے میں وہ لوگ تھے جن کے پاس کپڑا تھا۔ اور کچھ ایسے بھی تھے جو دھوپ سے بچاؤ کے لیے اپنے ہاتھ کو کام میں لا رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ روزے دار غش ہو کر گرنے لگے۔ جو روزے سے نہ تھے انھوں نے اُٹھ کر سائبان کھڑے کیے اور اونٹوں کو باندھنے کا بھی سامان کر دیا۔ حضورؐ نے یہ

دیکھ کر فرمایا: ذھب المفطرون الیوم بالاجر (آج کا ثواب تو ان روزے خوروں نے لوٹ لیا)

ذرا سوچیے کہ روزہ نہ رکھنے والوں نے کیوں اس دن کا وہ سارا ثواب لوٹ لیا، جو روزے دار نہ لوٹ سکے؟ یہ کوئی ناقابل فہم راز نہیں۔ بہت سیدھی اور صاف بات ہے کہ روزے داروں نے صرف اپنے فائدے کے لیے روزہ رکھا اور جو بے روزہ تھے انھوں نے دوسروں کے فائدے کا کام کیا۔

ایک اور ضروری نکتہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جب کسی شئ کی ارتقائی حرکت رُک جائے تو صرف یہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنی جگہ رُکی رہے بلکہ اس کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ اس میں ترقیٔ معکوس یعنی گراوٹ اور تنزل شروع ہو جاتا ہے۔ صلاۃ کے ساتھ بھی یہی اصول کارفرما ہے۔ اگر اس کی نفع رسانی کا پہلو ختم ہو جائے تو فقط اتنا ہی نہیں ہوگا کہ وہ محض بے نفع ہو کر رہ جائے گی بلکہ اس کا لازمی اور فطری ردِّ عمل یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ اس کا رُخ مضرت کی طرف مڑنا شروع ہو جائے گا اور آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ جو صلاۃ ابتدا میں نفع رساں تھی وہ آخر میں ضرر رساں بن جائے گی۔ کوئی غذا جب تک نفع بخش ہے تب تک نفع رساں رہے گی اور جب اس کا افادی پہلو ختم ہو جائے گا تو صرف اتنا ہی نہیں ہوگا کہ وہ بے نفع رہے گی بلکہ رفتہ رفتہ وہ نقصان رسانی کی طرف جھکنا شروع ہوگی اور ایک دن وہ مُضر بن جائے گی۔

یہی حال تمام عبادات کا اور خصوصاً صلاۃ کا ہے۔ یہ بھی بے نفع ہونے کے بعد ضرر رساں ہو جاتی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر ایک نمازی فقط بے برکت ہی نہیں ہوتا بلکہ مستحقِ ویل بن جاتا ہے۔ اسی کو قرآن نے کہا ہے:

فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون ۝ والذین ھم یُرآءُون ویمنعون الماعون ۝

بربادی ہے ایسے نمازیوں کے لیے جو (نمازی تو ہیں مگر) مقاصد صلاۃ سے غافل ہیں بس دکھاوے کی نماز پڑھتے ہیں (محض رسم ادا کر کے نمازیوں میں شمار ہونا چاہتے ہیں) اور (نفع رسانی کی ادنیٰ سی شکل بھی نہیں پوری کرتے یعنی)

برتنے کی عام چیزیں دینے سے بھی رُک جاتے ہیں۔

ان آیات کی تفسیر تو بہت وقت چاہتی ہے۔ نہایت اختصار سے صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ جس نمازی کا دل اتنا چھوٹا ہو کہ وہ عام برتنے کی چیزیں بھی کسی کو عاریۃً دینے میں ہچکچائے اس سے اور کس نفع رسانی کی امید ہو سکتی ہے؟ اور جو معمولی نفع رسانی سے بھی کترا جائے اس سے ایثار کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ کیا اس قسم کے نمازیوں کی نماز وہ بے نفع نماز نہیں، جس سے حضورؐ نے پناہ مانگی ہے؟

ایسی بے نفع نماز سے صرف اس لیے نہیں پناہ مانگی گئی ہے کہ وہ ایک بے نفع چیز ہے بلکہ پناہ مانگنے کی وجہ یہ ہے کہ آج جس چیز کے بے نفع ہونے کا احساس جاتا رہے گا وہ فقط بے نفع ہی نہ رہے گی بلکہ قانونِ فطرت کے مطابق کل وہ مضرت رساں بھی ہو جائے گی اور وہ دن انتہائی بدبختی کا ہوتا ہے جب اس مضرت کو بھی نفع سمجھا جانے لگتا ہے۔ اسی گراوٹ کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جو غریب محنت مزدوری کر کے نفع خلائق کا کام کرتا ہے اسے دنیادار سمجھا جاتا ہے اور جو کونے میں بے کار بیٹھا تسبیح پھیرتا رہتا ہے اور نفع اندوزی کی کمائی پر پلتا رہتا ہے اسے متوکل علی اللہ کا بلند درجہ دیا جاتا ہے۔

اگر انسان نفع بخش ہو تو از روئے حدیث وہ خیر الناس ہے جسے اگر دوسرے لفظوں میں کہا جائے تو یہ ہوگا کہ اگر انسان ضرر رساں ہو تو وہ شر الناس ہوگا۔

اس کائنات کی ہر چیز — اگر اس کا استعمال صحیح ہو — منفعت بخش ہے۔ جمادات، نباتات اور حیوانات میں ہر ایک چیز کا سر سے پاؤں تک ہر جزء انسان کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ اگر انسان میں — خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، نمازی ہو یا بے نماز — نفع بخشی نہ ہو تو وہ اشرف المخلوقات کی سطح سے بہت نیچے گر کر حیوانات و نباتات و جمادات سے بھی کمتر ہو جاتا ہے۔ اس کی شکل پھر یہ ہو جاتی ہے کہ:

لکڑی جل کے کوئلا بھیو اور کوئلا جل بھیو راکھ
مَیں پاپن ایسی جلی نا کوئلا بنی نا راکھ

قرآن نے "بقا" کا جو اصول دیا ہے وہ بھی یہی ہے کہ:

فاما الزبد فیذھب جفاء واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض ۔

یعنی جھاگ ضائع جاتا ہے اور جو چیز انسان کو نفع پہنچاتی ہے اسے زمین میں قرار حاصل ہوتا ہے ۔

پس اس نمازی کو کہاں سے بقا حاصل ہوگی جس کی نماز نفع بخشی سے صرف خالی ہی نہ ہو، بلکہ نفع بخشی کے تمام کاموں کو وہ دنیاداری اور اپنی نماز کو دینداری تصور کیے بیٹھا ہو حالانکہ خود اس کی نماز بھی ان تمام پیداواری کاموں کے بغیر ادا نہیں ہوتی۔ وہ تمام نفع بخش کاموں سے خود فائدہ اٹھارہا ہوتا ہے۔ ان کے بغیر زندہ بھی نہ رہ سکتا مگر اسے حقیر قسم کی دنیادارانہ مادہ پرستی اور اپنی بےنفع نماز کو اعلیٰ درجے کی روحانیت سمجھنے کے مغالطے میں پڑا رہتا ہے ۔

اب ہم ایک نئے موڑ پہ آگئے ہیں۔ یعنی اب تک تو ہم نے یہی لکھا ہے کہ یہ تمام پیداواری کام ایسے ہیں جن کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں، یا ادھوری رہ جاتی ہے ۔

یہ اصول مسلّم ہے کہ اگر کوئی قوم صلیب یا بُت کو پوجتی ہے اور نماز، روزے، حج، زکاۃ سے اسے کوئی تعلق نہیں تو کوئی اسلامی حکومت نہ اس کے عقائد میں دخل دے سکتی ہے نہ اعمال میں۔ وہ مشرک ہوں کافر و دہری ہوں۔ اہلِ کتاب ہوں، کچھ بھی ہوں۔ ان کے مذہب میں نظامِ اسلام کوئی دخل نہیں دے سکتا نہ انھیں زبردستی اپنا حلقہ بگوش بنا سکتا ہے۔ ان کے تمام شہری حقوق عام مسلمانوں کے برابر ہی ہوں گے لیکن اگر کوئی فرد کوئی ظلم، استحصال، جرم، بے عدلی کرے تو خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، اُسے اسلامی حکومت فوراً پکڑ لے گی ۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اسلام کا اصل مقصد ایسا نظامِ عدل قائم کرنا ہے جس میں کسی کی حق تلفی اور کوئی اخلاقی خرابی نہ ہو۔ ایسے ہی نظام کے قیام کے لیے وہ تمام مناسک وعبادات ہیں جن میں نماز، زکات، روزہ، اور حج اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ کسی کے عقائد اور اعمال کیسے ہی گمراہ کن اور مشرکانہ ہوں اور اس کی عبادات کیسی ہی خلاف اسلام ہوں، اسلام ان میں کوئی دخل نہیں دیتا۔ وہ تبلیغ تو کر سکتا ہے لیکن کسی کو جبراً مسلمان نہیں بناتا لیکن اپنا نظام قائم رکھنے کے لیے قانونی جبر اور سیاسی دباؤ کی ہر ممکن تدبیر معمولی تعزیر سے لے کر قتل وقتال تک ـــ سے کام لیتا ہے اور یہ سب کچھ نفع خلائق ہی کے لیے ہوتا ہے۔ اب خود سوچیے کہ کیا وہ نظام کوئی اسلامی نظام ہو سکتا ہے جو نفع خلائق کے پیداواری

کاموں کی طرف کوئی توجہ نہ دے، اور صرف نماز پڑھوانے پر سارا زور صرف کرتا رہے۔ اسی کو عبادت اور نفع خلائق سمجھے؟ نماز روزہ صرف ذریعہ ہے نفع خلائق کے نظام کو قائم رکھنے کا۔ یہ کلِ عبادت نہیں۔ کلِ عبادت کا ایک اہم جزُ ہے ۔ کلِ عبادت نفع خلائق ہے جس کے لیے اسلامی نظام قائم ہوتا ہے۔ جو نماز نفع خلائق سے خالی ہے وہ صرف پوجا پاٹ کی ایک رسم سے زیادہ نہیں ۔ یہ وہی بے نفع نماز ہے جس سے حضورؐ نے پناہ مانگی ہے۔ بلاشبہ نماز ۔ بشرطیکہ نماز کی طرح ادا کی جائے ۔ روح کو مصفّٰی، نفس کو مزکّٰی اور دل کو پاکیزہ بناتی ہے لیکن بہر حال یہ ایک ذاتی فائدہ ہے۔ اگر یہ فائدہ نفع خلائق کا ذریعہ نہ بنے تو اس کی حیثیت اس تلوار سے زیادہ نہیں جس کو ہر روز صیقل تو کیا جائے لیکن وہ کسی میدانِ کارزار میں کبھی کام نہ آئے۔ وہی انسان خیر الناس ہو سکتا ہے جو اسلامی اجتماعی نظامِ نفع بخشی کا ایک سچّا پُرزہ ہو نہ کہ فقط نماز گزار ہو۔ اور جو اس شدید غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ ہماری رسم نماز تو عبادت ہے اور باقی تمام پیدا واری خدمات و مشاغل محض دنیاداری ہیں ۔

ارمغانِ شاہ ولی اللہ

(مرتبہ : محمد سرور)

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے جملہ علوم دینی کو حکمت کے عقلی اصولوں پر مرتب فرمایا اور اپنی تصانیف میں علوم تفسیر و حدیث و فقہ و تصوف کا جائزہ لیا۔ آپ نے ملت کی سیاسی تاریخ کا بھی تجزیہ کیا اور یہ ثابت کیا کہ شریعت کے جتنے بھی احکام ہیں، ان سب میں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ۔

"ارمغانِ شاہ ولی اللہ" میں شاہ صاحب کی ان تعلیمات و افکار کو مرتب کیا گیا ہے۔ نیز اس میں آپ کے اور بزرگوں کے خود نوشت سوانح حیات بھی ہیں ۔ اس سلسلے میں آپ کی عربی و فارسی کتب کے انتخاب کا اُردو ترجمہ دیا گیا ہے ۔

یہ کتاب نہ صرف شاہ صاحب کی جلیل القدر علمی شخصیت کا ایک اجمالی تعارف ہے بلکہ آپ کی ضخیم کتابوں کا لب لباب و ماحصل بھی ہے ۔ صفحات : ۵۲۰ ۔ قیمت : ۱۶/ روپے

ملنے کا پتہ : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور